OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

قرائت قرآنیہ کا تعارف وتاریخ

Introduction and history of Qur'an recitation (Qirat)

Aijaz Ali Sodhar
Ph.D Scholar, Islamic culture university of Sindh Jamshoro.
Email: aijazsodhar58@gmail.com

Dr. Tanveer Huma Ansari
Post doctoral fellowship Islamic International University Islamabad.
Visiting Lecturer in Old campus Sindh University Hyderabad.
Chief Editor of Al-Bahis Islamic Research Journal.
Email: ansaritanweerhuma@gmail.com

Abdul Qayoom Channa
Assistant Professor, Govt. Degree College Pir Jo Goth,
MA, M Phil Islamic studies Islamic culture.
Email: abdulqayoom179@gmail.com

Received on: 10-07-2024 Accepted on: 16-08-2024

Abstract

Allah Almighty had sent more or less than one lac and twenty four thousand prophets (علیہم السلام) for the guidance of human beings in this world. He sent 313 of them with a new law. They are called Rasools. Allah Almighty Reveal holy books to some of them. He ended this sacred line by revealing the Holy Quran to Hazrat Muhammad (ﷺ). That whatever is to be read is what the Qur'an means. The most read book in the world is the Quran. It is read somewhere in the world every single instant of the twenty-four hours of day and night. Many of his Companions were chosen by the Prophet (ﷺ) to write the Qur'an. The Holy Prophet (ﷺ) also gave the scribes instructions to write this verse before or after a certain verse, or to write a Surah before or after a certain Surah. Thus, at the time of the Holy Prophet (ﷺ), the Qur'an was composed. The sequence of recitation at the time of the Holy Prophet (ﷺ) is the same as the order in which it is read today. This is the same order that Jibraeel (علیہ السلام) told the Prophet (ﷺ). In the year 12 AH, the Holy Quran was compiled in book form on paper. In the year 75 AH, Airabs (اعراب ،symbols) were introduced to facilitate recitation for non-Arabs. The Prophet (ﷺ) taught the Qur'an to his Companions (رضی اللہ عنہم). A large group of Companions (رضی اللہ عنہم) used to learn and teach the Holy Quran in the Prophet's Mosque in front of the Holy Prophet (ﷺ). As a result, a large group of Companions (رضی اللہ عنہم) was formed who could memorize and teach the Holy Quran in expert manner.

Thousands of Companions (رضی اللہ عنہم) learned the Qur'an directly or indirectly from the Holy Prophet (ﷺ). Some of them were known by the title of Sahaba Qura (رضی اللہ عنہم). The literal meaning of Qirat is to recite the Qur'an according to a tradition (روایت). Just as it is necessary to recite the Qur'an with Tajweed, so too it is necessary to follow the tradition for the correctness of the Qirat. It's a permanent a lore and art. This article deals with the introduction and history of Quran recitation (Qirat).
Keywords: Quran, Qirat, Definition, History, Approved, Disapproved, Companions, Airabs.

اللہ تعالی نے انسانوں کو ایک مقصد کے تحت پیدا کیا اور انسان کو دنیا میں بے یار و مدد گار نہیں بھیجا بلکہ ان کی رہنمائی کے لئے انہی میں سے پیغمبر بھیجے۔ اس کے ساتھ اپنے احکامات کو مصاحف کی صورت میں بھی نازل فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے قول و فعل اور آسمانی کتابوں سے انسانیت کی رہنمائی کرتے رہے۔ اس پاکیزہ گروہ کا اختتام امام الانبیاء خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ پر فرمایا۔ ان پر اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کو نازل فرما کر رسالت کے ساتھ ساتھ اپنی آسمانی کتب کے نزول کا بھی اختتام فرمایا۔ رہتی دنیا تک آنے والے مسلمانوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے احکامات پر ایمان لانے اور عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ اب نہ تو کوئی نیا رسول مبعوث کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی الہامی کتاب منزل من السماء ہو گی۔ اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماخذ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سنن ہیں۔ دشمنانِ اسلام نے اسلام کے خلاف اسلام کی ابتدا ہی سے اپنی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے قلوب میں اسلام کے خلاف ذہن سازی کر کے اور مختلف قسم کے اعتراضات کو علمی نقاط کا نام دے کر شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے اپنی سر توڑ کوششیں کی ہیں۔ آج کے دور میں بھی خاص کر کے غیر مسلم مستشرقین اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے اسلامی تعلیمات کے سب سے اہم بنیادی ماخذ یعنی قرآن مجید کو اپنا نشانہ بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اسلام کے علمی سپوتوں نے ان کا منہ توڑ جواب دے کر ان کو ان کے مذموم ارادوں میں ناکام بنا دیا۔ جب وہ اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات، آپ کی احادیث اور سیرت کو نشانہ بنایا۔ لیکن اس بار بھی علماء ربانیین کے ہاتھوں ان کو منہ کی کھانا پڑی۔ پھر انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ کچھ سادہ دل علم قراءات کی اصل حقیقت سے ناآشنا مسلمان ان کے دھوکے میں آ گئے اور وہ علم قراءات کے بارے میں شک میں پڑ گئے۔ اس مقالے میں ان شاءاللہ ہم قراءات قرآنیہ کے تعارف اور تاریخ کو بیان کریں گے۔

قراءات جمع ہے۔ اس کا واحد قراءۃ ہے[1]۔ قراءۃ باب قرا یقرء قراءۃ و قرآنا سے مصدر ہے۔ قراءۃ کا لغوی معنی جمع کرنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ قرات الماء فی الحوض۔ ترجمہ: میں نے حوض میں پانی جمع کیا۔ قراءت کو تلاوت کرنے (پڑھنے) کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ قرات الکتاب یعنی تلوت الکتاب۔ ترجمہ: میں نے کتاب پڑھی۔ اس حساب سے قرآن مجید کا ایک نام القرآن بھی معروف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آیات قرآنی اور قرآنی سورتوں کو جمع کرتا ہے اور اس کے حصے آپس میں ملے ہوئے ہوئے ہیں۔

قراءت کی اصطلاحی تعریف

ابن الجزری نے اپنی کتاب منجد المقرئین میں قراءت کی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے: "علم بکفیة اداء کلمات القرآن و اختلافها معزوا الناقله"۔[2]

" ناقلین کی طرف نسبت کے ساتھ قرآن مجید کے کلمات کی ادائیگی اور اس میں اختلاف کا علم ہے"۔

"هو علم يعرف به كيفية النطق بالكلمات القرآنيه و طريق ادائها اتفاقا و اختلافا مع عز و جل وجه لناقله"۔

"علم القراءات ایسا علم ہے جس سے قرآن مجید کے کلمات کو بولنے کی کیفیت اور ان کو ادا کرنے کا متفقہ اور مختلف فیہ طریقہ ہر ناقل کی وجہ (قراءت) کی نسبت کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے"۔[3]

علم القراءات کا موضوع

قرآن مجید کے کلمات کے احوال میں بحث کرنا۔ قرآنی کلمات کے ادا کرنے کی کیفیت کو جاننا، چاہے وہ اصولی اختلاف سے متعلق ہوں یا وہ فروعی اختلاف سے متعلق ہوں۔ لیکن شرط ہے کہ سند کے ساتھ متصل اور تواتر کے ساتھ (معتمد اور مستند) آئمہ قراءات سے منقول ہوں۔ مطلب کے علم قرات کا موضوع قرآن مجید کے کلمات ہیں۔ علم القراءت میں ان کلمات کے بولنے کے احوال اور ادا کرنے کی کیفیت کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔[4]

قراءات قرآنیہ کا ماخذ و مصدر

قراءات قرآنیہ کے بارے میں یہ بات تو مسلم اور متفقہ ہے کہ وہ ہم تک رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے ہی متفق منقول اور متواتر اسناد سے پہنچتی ہیں۔ قراءات قرآنیہ کے ماخذ و مصدر میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جمہور علمائے کرام وحی کو قراءات کا ماخذ و مصدر مانتے ہیں۔ اجتہاد، اختیار، مصحف کے رسم الخط، عربیت کے قواعد کے وجوہ اور اختلاف لغت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ اپنے مذہب کی دلیل میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان: كذالك انزلت: ترجمہ: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پیش کرتے ہیں۔

بعض علمائے کرام وحی کو قراءات کا اصل ماخذ و مصدر نہیں مانتے۔ اس میں تین اقوال پائے جاتے ہیں۔

بعض اجتہاد اور قیاس کو قراءات کا اصل ماخذ مانتے ہیں۔ ہر وہ قراءت جو مصحف اور عربی وجہ کے موافق ہو تو اس کو پڑھنا جائز ہے، چاہے اس کی کوئی سند نہ ہو۔[5]

یہ نظریہ بالکل صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث میں "هكذا انزلت" کے الفاظ منقول ہیں. یعنی یہ اسی طرح ہی نازل ہوئی ہے۔ یہ الفاظ قراءات کے نزول کو ثابت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے صراحتا بھی اجتہاد یا قیاس کی بات ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اشارتا کوئی ایسی بات نظر آتی ہے۔ قراءت متعین کرنے میں تو خود رسول اللہ ﷺ کا بھی اجتہاد نہیں ہے، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد

کی بات کرنا یا قیاس کی بات کرنا ایک محال امر ہے اور یہ بات بعید بعید از عقل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ رب العزت کا کلام ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا اجتہاد مانا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ قرآن مجید اللہ تعالی کا کلام نہیں ہے۔

ڈاکٹر طہ حسین کی رائے ہے کہ: قراءات کا مصدر عربوں کے مختلف لہجات اور لغات ہیں۔ وحی کو قراءت میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کا منکر کافر ہے۔[6]

قراءات کا مصدر لغت اور لہجے بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ قراءات قرآنیہ کو ماننے کے لیے شرط ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے متواتر اور صحیح سند سے ثابت ہوں۔ باقی اگر کوئی قراءت عربی قواعد اور لغت کے اعتبار سے اور لہجوں کے اعتبار سے صحیح ہو اور اس میں ان کی گنجائش بھی ہو اور اس کی کوئی سند نہ ہو تو بھی اس کو قبول نہ کیا جائے گا۔

مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں قراءات کا اختلاف اس وجہ سے جگہ جگہ پایا گیا کیوں کہ مصحف عثمانی حرکات، اعراب اور نقاط سے خالی تھے۔ مستشرقین کا یہ دعویٰ کے قراءات اس لئے وجود میں آئیں کیوں کہ مصحف عثمانی کی رسم الخط میں اعراب، حرکات اور نقاط نہیں تھے۔ یہ نظریہ بھی لاعلمی کی بنیاد پر ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ باقی قراءات کے درمیان اختلافات تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں رسول اللہ ﷺ ہی کی حیات مبارکہ میں ہی پائے گئے تھے۔ اس وقت تو مصاحف تیار ہی نہیں کیے گئے تھے۔ یہ قراءات کا اختلاف دربار نبوت میں بھی پیش کئے گئے اور ان کا فیصلہ نبوت کی زبانی "ھکذا انزلت" سے ہوا۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، میں نے ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ جو نماز میں سورۃ الفرقان پڑھ رہا تھا کو سنا، پھر میں نے اس کی طرف غور کر کے اس کی تلاوت کو سنا تو مجھے معلوم پڑا کہ مجھے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا سے مختلف حروف پر اس سورۃ کو پڑھ رہا تھا، قریب تھا کہ میں نماز کے دوران ہی اس سے لڑ پڑتا مگر میں نے بہت مشکل سے صبر کیا اور جیسے ہی اس نے سلام پھیرا تو میں نے اسی کی ہی چادر سے اس کی گردن کو لپیٹ کر پوچھا یہ سورت جو میں نے ابھی تم کو پڑھتے ہوئے سنا ہے، تم کو کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اسی طرح سکھائی ہے، میں نے اس کو بولا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جیسے تم پڑھ رہے ہو کے علاوہ حروف سے مجھ کو سکھائی ہے۔ بالآخر میں اس کو کھینچتا ہوا دربار نبوت میں داخل ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں نے اس آدمی کو جس طرح آپ نے مجھے سورۃ الفرقان سکھائی کے علاوہ حروف سے پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! پہلے تم اس کو چھوڑ دو اور ہشام! تم مجھے پڑھ کر سناؤ۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسے ہی حروف پر پڑھ کر سنایا جن حروف سے میں نے اس کو نماز کے دوران تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ حضور ﷺ تلاوت سننے کے بعد فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی اور پھر عمر سے فرمایا! تم مجھے پڑھ کر سناؤ۔ میں نے جس طرح پڑھا خود حضور ﷺ سے سیکھی تھی ویسے ہی پڑھ کر سنا دی۔ میری تلاوت سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اسی طرح ہی نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے پس تم کو جس طرح آسانی معلوم ہو پڑھو"۔

یہ تواس دور کی بات ہے جب وہ قرآن مجید مختلف اور متفرق ٹکڑوں میں موجود تھا۔اسی دور میں توقرآن مجید دیکھ کرپڑھنے کا رواج بھی نہیں تھا۔ایسا بھی ہر گز نہیں کہ اس وقت اعراب، حرکات اور نقاط نہ ہونے کی وجہ سے جس کو جو مرضی ہو وہ ویسا پڑھے بلکہ وہ تو بنا کسی مصحف کے زبانی قرآن مجید سیکھے اور سکھاتے تھے۔ بنا مصحف کے زبانی تلاوت کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید سینہ بہ سینہ منتقل ہو رہا تھا۔ بعد میں قراءات کے ہی مطابق مصاحف تیار کئے گئے۔

قراءات کا حکم

علم القراءات سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایہ ہے۔اگر اس فن کو کوئی بھی شخص نہیں سیکھے گا توسب مسلمان گناہ گار ہوں گے۔[7]

موضوع

قراءات قرآنیہ کا موضوع قرآن مجید کے کلمات ہیں۔اس لئے کہ اس علم میں قرآن مجید کے ہی کلمات کے تلفظ کے حالات پر بحث ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور قراءت میں فرق

قرآن مجید اور قرات میں جو فرق ہے۔اس کو اہل علم نے جدا جدا حقیقتیں لکھا ہے۔

''القرآن والقراءات حقیقتان متغایرتان۔ فالقران: ھو الوحی المنزل علی محمد للبیان والاعجاز۔ والقراءات: اختلاف الفاظ الوحی المذکور فی الحروف و کیفیتھا من تخفیف و تشدید و غیرھما''۔

ترجمہ: ''قرآن مجید اور قراءات دو متغایر حقیقتیں ہیں۔ قرآن مجید سے مراد بیان اور اعجاز کے لیے رسول اللہ ﷺ پر نازل کردہ وحی ہے۔ جبکہ قراءات سے مراد الفاظ وحی کا وہ اختلاف ہے جو حروف اور تخفیف تخفیف و تشدید وغیرہ جیسی ان کی کیفیت میں مذکور ہے''۔[8]

امام زرکشیؒ کی اس رائے میں ڈاکٹر صبحی صالح، ابراہیم ابیاری، سید ابوالقاسم خوئی،[9] اور قسطلانی بھی شامل ہیں۔[10]

قراءات متواترہ یعنی ایسی قراءت جس کی سند صحیح ہو، وہ عربی قواعد سے موافقت رکھتی ہو اور مصحف عثمانی کے رسم الخط سے موافق ہو، وہ عین قرآن ہے۔ائمہ قراءات نے علم قراءات کو نسبت کے اعتبار سے چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔وہ اقسام یہ ہیں۔

قراءت: جو ائمہ کرام میں سے کسی امام کی طرف منسوب ہو، اس کو قرات کہتے ہیں۔ جیسے قراءت امام نافع۔

روایت: جو ائمہ میں سے کسی سے روایت کرنے والے راوی کی طرف منسوب ہو، اس کو روایت کہتے ہیں۔ جیسے روایت قالون عن نافع

طریق: جو راوی سے روایت کرنے والے راوی کی طرف منسوب ہو، اس کو طریق کہتے ہیں۔ جیسے طریق ابونشیط عن قالون

وجہ: جب قاری کے اختیار کی طرف نسبت ہو، اسے وجہ کہتے ہیں۔[11]

ان چاروں قسموں میں سے ہر ایک قسم کے لیے تعدد لازمی ہے تاکہ اس کی سند متواتر یا کم سے کم شہرت کے درجے کو پہنچ جائے۔

اقسام قراءات

قبولیت کے اعتبار سے

قراءات کو قبول کرنے یا رد کرنے کے لئے دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

قراءات مقبولہ

ہر وہ قراءت جو کسی نحوی وجہ کے مطابق ہو، اس کا عثمانی مصاحف میں احتمال موجود ہو اور اس کی سند بھی صحیح ہو تو وہ قرآن ہے۔ کسی بھی قراءت کو قبول کرنے کے لئے تین شرائط پائے جانے لازمی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی شرط مفقود ہو تو ایسی قراءت شاذ ہو گی۔ چاہے وہ معروف قراءات سبعہ سے ہی کیوں نہ ہو۔

مثال کے طور پر سورہ الفاتحہ میں "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"۔[12] اس آیت میں لفظ ملک عثمانی رسم الخط کے مطابق الف کے بنا صریح طور پر مطابق ہے اور الف کے بنا احتمالا مطابق ہے۔ اس لیے اس کو الف اور بنا الف کے دونوں طرق سے پڑھا گیا ہے۔

قراءات مردودہ

ہر ایسی قراءت جس میں قراءت مقبولہ کے تینوں شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو۔

قراءات مقبولہ کی اقسام

1۔ قراءات مشہورہ

2۔ قراءات متواترہ

3۔ قراءات آحادیہ

یعنی ایسی قراءت جو عرب کی لغت کے موافق اور مطابق ہو۔ اس کی اسناد صحیح ہوں اور اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ ہو اور وہ عثمانی رسم الخط کے مخالف نہ ہو۔ قراءات مقبولہ کو بالاتفاق قرآن مانا جاتا ہے۔ ان کو عبادات میں پڑھا جا سکتا ہے۔ نماز میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور ان کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے تلاوت بھی کیا جا سکتا ہے۔ قراءات مقبولہ کا منکر کافر ہے۔ البتہ قراءات آحادیہ کے انکار کرنے والے کی تکفیر نہ کی جائے گی۔[13]

ایسی قراءات آحادیہ جن کی عرب کی لغت میں کوئی بھی وجہ نہ ہو وہ قراءت شاذ ہو، موضوع ہو یا ضعیف ہو یا وہ عثمانی رسم الخط کے مخالف ہو۔ قراءت کے اس قسم کو قرآن نہیں مانا جاتا۔ اس قسم کی قراءت نماز میں نہیں کی جا سکتی۔ اس کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے تلاوت بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جمہور علمائے کرام کے ہاں ایسی قراءات کو بطور دلیل نصوص کی تفسیر، احکامات کے استنباط اور ان کے دلائل پر عمل کرنے کے حوالے سے قبول کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے بھی ایک شرط لاگو ہو گی کہ وہ سند کے اعتبار سے مقبول بھی ہو اور اس قسم کی قراءت کو لغوی مسائل میں شاہد کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

قراءات کی اسناد کے اعتبار سے اقسام

قراءات کی سند کے اعتبار سے چھ قسمیں ہیں۔

1۔قراءت متواترہ

''القراءت التی نقلھا جمع لایمکن تو طوھم علی الکذب ون مثلھم الی منھاہ''۔[14]

''ایسی قراءت جس کو ہر دور میں روایت کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو''۔

2۔قراءت مشہورہ

"القراءت التی صح اندھا ولم تبلغ درجۃ المتواتر و واقفت الرسم و العربیہ و اشتھرت عند القراء فلم یعدوھا من الغلط ولا من الشذوذ"۔

ایسی قرات جو تواتر کے درجے کو نہ پہنچتی ہو اور جس کی سند صحیح ہو پر جس درجے پر ہونا چاہئے وہ اس پر نہ ہو وہ قراءت اصول عربیۃ اور عثمانی مصحف کے رسم الخط کے موافق ہو۔البتہ قراء کرام کے نزدیک اتنی مشہور ہو کہ وہ غلط یا شاذ میں شمار نہ کی جاتی ہو''۔

3۔قراءت آحادیہ

''القراءت التی صح سندھا و خالفت رسم المصحف او العربیۃ او کلیھما ولم تشتھر الاشتھار المذکورہ''۔

''ایسی قراءت جس کی سند صحیح ہو مگر عثمانی مصحف کی رسم الخط یا عربیت کے قاعدوں کے موافق نہ ہو یا دونوں کے مطابق نہ ہو اور وہ قراءت مذکورہ شہرت تک نہ پہنچی ہو''۔

4۔قراءت شاذہ

''القراءت التی لم یصح سندھا او خالفت الرسم او لا وجہ لھا فی العربیۃ''۔

ترجمہ:''ایسی قراءت جس کی سند صحیح نہ ہو یا وہ عثمانی مصحف کے رسم الخط کے مخالف ہو یا عربیت کے قاعدوں کی کسی بھی وجہ پر بھی درست نہ ہو''۔

5۔قراءت مدرجہ

''العبارۃ التی زیدت بین الکلمات القرآنیۃ علی وجہ التفسیر''۔

ترجمہ:''وہ قراءت جس میں قرآنی کلمات کے درمیان تفسیر و تشریح کے مد نظر کسی لفظ کو بڑھایا گیا ہو''۔

6۔قراءت موضوعہ

''القراءت التی نسبت الی قائلھا من غیر اصل ای من غیر سند مطلقا''۔

ترجمہ:''ایسی قراءت جو بنا کسی سند یا دلیل کے کسی کی طرف منسوب کی گئی ہو''۔[15]

اختلاف قراءات کے کی وجوہات

اہل علم حضرات نے قراءات قرآنیہ میں اختلاف کی یہ بات یہ وجوہات بتائی ہیں۔

1۔ کسی کلمہ کا معنی اور اس کی صورت کو بدلنا، حرکات کا اختلاف۔ جیسے: ''وَ يَضِيْقُ صَدْرِیْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ'' ﴿﴾[16] میں لفظ يَضِيْقُ کے قاف کو رفع اور نصب، ''قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ''[17] میں لفظ اَطْهَرُ کی را کو نصب اور رفع دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

2۔ کلمے کی حرکات کو بدلنا۔ جس سے صورت تو باقی رہے مگر اس کا معنی بدل جائے۔ ''وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا''[18] میں كَفَّلَهَا اور كَفَلَهَا اور زَكَرِيَّا کو نصب اور رفع دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

3۔ کلمہ کے حروف کو بدلنا، جس کی وجہ سے صورت باقی رہتے ہوئے معنی بدل جائے۔ جیسے: "وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا"[19] میں نُنْشِزُهَا کو زا معجمہ اور را مہملہ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

4۔ کلمہ کے حروف کو ایسا بدلنا کہ جس کی وجہ سے معنی باقی رہتے ہوئے صورت بدل جائے۔ جیسے: ''وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ؕ﴿۵﴾''[20] کو كَالْصوفِ الْمَنْفُوْشِ بھی پڑھا گیا اور "وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً"[21] میں بَصْۜطَةً کو ص اور س دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

5۔ کلمہ کے حروف کو ایسا بدلنا جس میں اس کلمہ کی صورت اور معنیٰ دونوں ہی تبدیل ہو جائیں۔ جیسے: وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۲۹﴾[22] میں طَلْحٍ اور طَلْعٍ یعنی عین اور حا دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔

6۔ کلمہ کے الفاظ کو مختلف کو مقدم اور موخر کرنا۔ جیسے: "وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ"[23] کو ''وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْحَقِّ بِالْمَوْتِ'' بھی پڑھا گیا ہے۔ " فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ''[24] کو " فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ'' بھی پڑھا گیا ہے۔

7۔ کلمہ میں کسی لفظ کو گھٹانا یا بڑھانا۔ جیسے: ''اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ''[25] کو ''اِنَّ اللّٰهَ الْغَنِیُّ الْحَمِيْدُ'' اور ''وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ''[26] کو ''وَ مَا عَمِلَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ'' یعنی ھو کی کمی کے ساتھ دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

ابن الجزری اپنی کتاب النشر میں اصول قراءات کے اختلاف کو پہلی (حرکات کے اختلاف) والی وجہ سے ملحق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مد، قصر، امالہ، فتحہ، تحقیق، تسہیل، ابدال اور نقل جیسی اختلافات جن کو اصول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایسے نہیں ہیں جن میں لفظ یا معنی بدل جائے، کیونکہ یہ مذکورہ سب صفات ایک ہی لفظ سے پڑھی جاسکتی ہیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے تو مذکورہ تمام صفات پہلی وجہ (حرکات کے اختلاف) کے ساتھ ملحق ہو جائیں گی"۔[27]

اسباب اختلافات

قراءات قرآنیہ میں اختلاف کے اسباب کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی قراءت

احادیث کی کتب میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام کو قرآن مجید سکھاتے وقت کسی ایک حرف کا انتظام نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کو مختلف حروف میں پڑھایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی تقریر کا اختلاف

امام ابن قتیبہؒ تاویل مشکل القرآن میں لکھتے ہیں: قرآن مجید کو آسانی سے پڑھنے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنی لغت اور عادت کے مطابق قراءت کرے۔ چنانچہ ہذلی شخص حتّٰی حین کو عطا حین پڑھتا تھا۔ اسدی علامت مضارع کو کسرہ سے تعلمون بقرہ پڑھتا تھا۔ تمیمی ہمزہ پڑھتا تھا اور قریشی ہمزہ نہیں پڑتا تھا۔ کچھ لوگ قیل اور غیض میں اشمام کرتے تھے اور لفظ لَا تَأْمَنَّا میں ادغام کامل سے پڑھتے تھے۔ اگر ان میں سے ہر فریق کو اپنی لغت اور جاری عادت کو چھوڑنے کا حکم ہوتا تو یہ ان پر گراں گزرتا اور اس میں بہت زیادہ مشقت کرنا پڑتی اور وہ بھی طویل مدت کی ریاضت اور زبان کی درستگی کے بعد ممکن ہو پاتا۔ اس لیے اللہ تعالی نے ان پر آسانی کر دی اور ان کو مختلف لغات میں پڑھنے کی اجازت دے دی۔[28]

نزول کا اختلاف

رسول اللہ ﷺ رمضان کے ہر مہینے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے اخذ کر لیتے تھے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی ایک حرف پر پڑھا تو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حرف کے علاوہ حروف پر پڑھتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے میں اختلاف

تاریخ القرآن میں رقم ہے: ''قراءات سبعہ وغیرہ کے اختلاف کا سبب۔۔۔۔۔ جیسا کہ ابن ہشامؒ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ علاقے ہیں جن کی طرف مصاحف روانہ کیے گئے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا، چنانچہ وہاں کے علائقے کے لوگوں نے سماع کے ذریعے صحابہ کرام رضہ سے حروف پر پختہ ہو گئے۔ بشر طیکہ وہ رسم الخط کے موافق ہوں۔ انہوں نے رسم الخط کے مخالف حروف کو ترک کر دیا، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق تھے۔ پس یہاں سے مختلف شہروں کے قراء کرامؒ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا۔ اگرچہ وہ سب حروف سبعہ میں سے کسی نہ کسی حرف کو تھامنے والے تھے۔[29] صحابہ کرام رجی اللہ عنہم بھی نبوت کی زبان مبارک سے سن کر حاصل کرتے تھے تو جو انہوں نے حاصل کیا وہ بھی مختلف تھا''۔

لغات یا لہجوں کا اختلاف

قرآن مجید میں تمام عرب کی لغات موجود ہیں۔ کیونکہ یہ عربوں پر نازل ہوا ہے اوران کو مختلف لغات میں پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جس کی وجہ قراءات بھی مختلف ہو گئی ہیں۔[30]

ضحاکؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی نے قرآن مجید کو عرب میں سے ہر قبیلے کی لغت میں نازل فرمایا ہے''۔[31]

ایسی قراءات جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہوئے کہ ان کو مصحف عثمانی میں شامل نہ کیا جائے، وہ بعد میں وہ لوگوں کے دلوں سے مٹادیں گئیں اوران کا تواتر بھی ختم ہو گیا اور یہ سب کچھ اللہ رب العزت کی منشا کے مطابق ہی ہوا۔[32]

قراءات قرآنیہ کی تاریخ

قراءات قرآنیہ کا تعلق براہ راستہ قرآن مجید سے ہے۔اس لئے قراءات قرآنیہ کی تاریخ قرآن مجید کے نزول سے ہی شروع ہوتی ہے۔ قراءات قرآنیہ سے مراد قرآن مجید کا پڑھنا ہے۔ قرآن مجید کے نزول اور اسلام کی تبلیغ کے ابتدائی دور میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید سیکھتے تھے۔ پھر نبوت کے حکم تحت ہی آپس میں ایک دوسرے کو قرآن مجید سکھاتے اور سیکھتے تھے، آپس میں اس کی مشق کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا دور آیا تواس دور میں قراءات قرآنیہ کی اسناد کا بھی اہتمام ہونے لگا،اس علم کے لیے کچھ اصول اور قواعد بنائے گئے،اس کی تعلیم عام کرنے کی سعی کی گئی،اس علم پر بحث مباحثہ ہونے لگے اور تحریر کا کام شروع کیا گیا۔ قراءات قرآنیہ کی تاریخ کو سمجھنے کے لیے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے تھوڑی تھوڑی وضاحت کرناضروری ہے۔ قراءات قرآنیہ کی تاریخ کو مختلف مراحل میں تقسیم کرنے سے اس کی تاریخ کو سمجھنے میں آسانی ہو گی، کیوں کہ شروع میں قرآن مجید کو سیکھنے کے لیے ہی پڑھا جاتا رہا۔اس کے بعد اس کی تلاوت کو ثواب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جاتا رہا ہے۔ اس کے ساتھ قرآن مجید کو یاد کرنے کی سعادت کا مرحلہ شروع ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں قرآن مجید کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بحیثیت معلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور سکھاتے تھے۔اس لیے تاریخ قراءات قرآنیہ کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1۔ نبوت کی ابتدا

قراءات قرآنیہ کا پہلا دور ابتدائی وحی سے ہی شروع ہوتا ہے۔ غار حرا کے اندر حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات لے کر حاضر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو یہ پانچ آیات: ''"پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لو تھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا، سکھائیں"۔''[33]

یعنی پہلا دور جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن مجید سیکھا ہے۔

2۔ تعلیمی نبوی

قراءات قرآنیہ کا دوسرا مرحلہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی جانے والی تعلیم پر منحصر ہے۔ قرآن مجید کو حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ پر لے کر حاضر ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سیکھتے تھے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھاتے تھے۔ ان کو قرآن مجید پڑھاتے اور اس کی تعلیم دیتے تھے۔ اس کے ساتھ دیگر غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے وقت قرآن مجید کی قراءت بھی کیا کرتے تھے۔ کتب احادیث میں اس سلسلے میں سینکڑوں روایات موجود ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس بات کا ذکر اپنے کلام میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿﴾''[34]

"اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سناؤ، اور اسے ہم نے (موقع موقع سے) بتدریج اتارا ہے" ۔

نبوت کے اعلیٰ منصب کے فرائض میں ایک فرض یہ بھی تھا کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ نبوت کی ابتدا میں جب حضور ﷺ پر قرآن مجید کی وحی نازل ہوتی تھی تو حضور ﷺ اس کو یاد کرنے کی مشقت کرتے تھے۔ اس کو اللہ تعالی نے یوں بیان فرمایا ہے:

''لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿﴾''[35]

"(اے نبی) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں"۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے قرآن مجید کے نزول کے وقت کی سعی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ بھی فرمایا کے آپ نہ گھبرائیں قرآن مجید کو ہم نازل کر رہے ہیں تو اس کو یاد کرانا اور آپ کے قلب مبارکہ میں اس کو پختہ کرنا ہمارا ہی ذمہ ہے۔ "ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارا ذمہ ہے"۔[36]

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضہ کو قرآن مجید کی تعلیم دے کر اس کو یاد کرنے کی ترغیب دینا شروع کی۔ حضور ﷺ صحابہ کرام رضہ کو قرآن مجید پڑھاتے تھے، قرآن مجید سے نصیحت فرماتے تھے، اس کے احکامات فرائض، اعمال اور تفسیر سمجھاتے تھے، ان کی تفصیل بھی بتایا کرتے تھے۔ اس کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

3۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کو قرآن مجید کی تعلیم دینا

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے سے قرآن مجید سیکھتے اور سکھاتے تھے۔ یہ سلسلہ باقاعدہ اہتمام کے ساتھ چلتا رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ خود اس سلسلے کی نگرانی فرمایا کرتے تھے اور خود بھی معلم بن کر حصہ لیا کرتے تھے۔ رسالت اس درسگاہ کی مدرس اعلیٰ تھی۔ نبوت کی طرف سے مخصوص صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید کی قراءت سکھانے کا کام سونپا گیا تھا۔ اس بات کو جزری اپنی کتاب غایۃ النہایۃ میں فرماتے ہیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی رسول ہیں جس کو "المقریٔ" کا لقب نصیب ہوا۔ اس کو یہ لقب عقبہ اولیٰ میں جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قبیلہ اوس اور خزرج کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے روانہ فرمایا اس وقت ملا۔[37] حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے، اس تشریف آوری والی جگہ کو "دار القراء" کے نام سے جانا جاتا ہے۔[38] دار القراء کا نام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دور میں بھی قراء کرام کو ایک اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ دار القراء کا نام ہی یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایسی درسگاہ تھی جہاں پر قرآن مجید کی تعلیم ہی دی جاتی تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ کو دار القراء کا نام قراء حضرات اور علم قراءات کے عام ہو جانے کے بعد دیا گیا ہو، مگر یہ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قراء کرام کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا گیا تو وہاں پر قرآن مجید کی تعلیم دینے اور سکھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وہاں پر رہنے کا حکم فرمایا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے تو جو بھی شخص ہجرت کر کے وہاں پر آتا یا اسلام قبول کرتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو قرآن مجید کے کسی حافظ یا کسی ایسے آدمی کے حوالے فرما دیتے جو اس کو قرآن مجید سکھا سکتا تھا۔[39]

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا اخت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس اس کو قرآن مجید پڑھانے کے لئے جاتے تھے۔ اس طرح کے کئی قصے قرآن مجید کی تعلیم دینے کے سیرت کی کتب اور احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔

4۔ قراء جماعت کی تشکیل

یہ مرحلہ قراء کی ایسی جماعت پر مشتمل ہے جو قرآن مجید کی تلاوت اور ایک دوسرے کو قرآن مجید سکھانے، سیکھنے، تعلیم لینے اور تعلیم دینے کی وجہ سے "قراء" کے نام سے معروف ہوئی۔ اس مرحلہ تک پہنچتے قراءات قرآنیہ اسلامی معاشرے میں کافی حد تک رائج ہو چکی تھی۔ اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے حلقے لگنے شروع ہو گئے۔ جیسے آج کل ہمارے دینی مدارس میں قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کلاس کے بچے قرآن مجید کی جھونگار لگاتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کو قرآن مجید سناتے اور سنتے ہیں، کسی مشکل کے حل کے لئے اپنے استاد کا سہارا لیتے ہیں بالکل یہ ہی منظر اس وقت مسجد نبوی میں دیکھنے کو ملتا تھا۔ اس دور میں قراءات قرآنیہ کی جھونگار صحابہ کرام کا قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے والا منظر بڑا دلفریب ہوا کرتا تھا۔ انصار کے ستر نوجوانوں کو قراء کرام کہا جاتا تھا۔ وہ رات کے وقت مدینہ منورہ کی کسی سمت میں جمع ہو کر بیٹھ جاتے، قرآن مجید کا دورہ کرتے اور نماز ادا کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی اس مقدس جماعت کو ہجرت نبوی کے 36 ماہ بعد صفر مہینے میں بئر معونہ والے واقعہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ، وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَيٍّ وَذَاكَ أَنَّ أُبَيًّا، يَقُولُ: لَا أَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا سورۃ البقرۃ آیۃ "106۔[40]

’’ہم میں سب سے اچھے قاری قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے اور ہم میں سب سے قضا مطلب فیصلہ کرنے کی صلاحیت زیادہ علی رضی اللہ عنہ میں ہے۔اس کے باوجود ہم لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اس بات کو نہیں مانتے جو ابی رضی اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن آیات کی بھی تلاوت سنی ہے، وہ ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے **ما ننسخ من آیة أو ننسأها** الخ کہ ہم نے جو آیت بھی منسوخ کی یا اسے بھلایا تو پھر اس سے اچھی آیت لائے‘‘۔

5۔ بعض صحابہ کرام کا قرآن مجید کو زبانی یاد کرنا

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کافی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو زبانی حفظ کر لیا تھا۔ان میں سے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو الدرداء عویمر بن زید، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی المرتضی بن ابی طالب، حضرت ابو موسیٰ الاشعری، حضرت زید بن ثابت رضہ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام کے نام مختلف کتب میں موجود ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی زندگی مبارکہ میں ہی قرآن مجید کا حفظ مکمل کر لیا تھا۔امام ذہبی کے بقول یہ ہی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی قرآن مجید کا زبانی حفظ مکمل کر لیا تھا، انہی سے آگے عرضا اخذ کیا گیا ہے اور دس قراءات کے اماموں کی سندیں انہیں تک پہنچتی ہیں۔

6۔ معروف قراء کرام

امام ذہبیؒ نے دوسرے طبقے کے رجال کو مرتب کیا ہے۔اس کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عیاش اور ابو العالیہ رضی اللہ عنہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور سیکھا۔ حضرت مغیرہ بن ابو شہاب مخزومیؒ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے، حضرت اسود بن یزید نخعیؒ نے عرضًا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے اور حضرت ابو عبدالرحمن السلمیؒ نے حضرت عثمان، حضرت علی المرتضی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا۔

قرآن مجید کی تعلیمات کا اہم مرکز مدینہ منورہ ہی رہا ہے۔اس کے بعد جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف روانہ فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو قرآن مجید کی تعلیم سے آراستہ کیا۔اس وقت مدینہ منورہ کے بعد کوفہ قرآن مجید کی تعلیم اور قراءات کے لحاظ سے زیادہ مشہور ہوا۔اہل کوفہ قرآن مجید کی تعلیم، تفسیر اور قراءات کے کا علم حاصل کرنے میں اپنی کاوشیں صرف کرنے لگے۔ وہاں پر لوگوں میں قرآنی علوم کی تعلیمات کا بہت شوق پیدا ہوا۔اس وقت کی کیفیت اور کوفہ والوں کے ذوق اور محنت و لگن کے بارے میں حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ قرآن پڑھتے وقت ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے۔[41]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو "سُرج الکوفة" یعنی کوفہ کے سورج کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ اپنے استاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور آگے اپنے شاگردوں کو پڑھایا کرتے تھے۔یعنی شاگرد اپنے استاد

کے علوم علم کو زیادہ پھیلانے لگے۔[42]

7۔قراءات قرآنیہ ایک باقاعدہ مضمون

جب قرآن مجید کے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے شاگردوں کو قرآن مجید پڑھایا تو ان کا شوق اس میدان میں اتنا بڑھا کہ وہ قراءات قرآنیہ کو باقاعدہ ایک مضمون مان کر پڑھتے، پڑھاتے اور اس کا علم حاصل کرتے تھے۔ شاگردوں نے اپنے استادوں کی طرف قراءات قرآنیہ کے مختلف وجوہ کو روایت اور نقل کرنا شروع کر دیا۔ علم قرات کے ماہر قراء حضرات کے اساتذہ مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہے ہیں۔ ان سب کی وفات پہلی صدی ہجری میں ہی ہوئی ہے۔ قراءات قرآنیہ کے وجوہ کے اختلافات کا فروغ زیادہ تر پہلی صدی ہجری کے شروع والے نصف میں شروع ہوا تھا۔[43]

8۔ معلمین کی تقرری

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مختلف اسلامی علاقوں کی طرف قرآن مجید کے قلمی نسخے (مصاحف) بھیجے اور مصاحف کے ساتھ قرآن مجید کے معلمین کو بھی ان مختلف شہروں میں مقرر فرمایا تاکہ وہ وہاں پر لوگوں کو ان بھیجے ہوئے مصاحف کے مطابق قراءات سکھائیں اور پڑھائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان شہروں میں ایسے معلمین بھیجے جس قاری کی قرات اس شہر والوں کی قراءت کے مطابق اور موافق ہو۔[44] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن معلمین کو مصاحف کے مطابق قراءات سکھانے کے لئے روانہ فرمایا تھا ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی طرف، حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف، حضرت مغیرہ بن ابو شہاب مخزومی رضی اللہ عنہ شام کی طرف، حضرت ابو عبدالرحمن السلمی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ ہی میں مقرر فرمایا۔

9۔تابعین قراء کی جماعت

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں کی طرف قرآن مجید کے مصاحف اور قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا تو ان کی تدریس کی طرف لوگوں کا رجحان بڑھا۔ لوگ ان قراء صحابہ رضی اللہ عنہم سے تلاوت قرآن مجید اور قراءات کا علم حاصل کرنے لگے۔ نتیجے میں ایک بہت بڑی جماعت قراء کرام کی وجود میں آ گئی اور بہت سے قراء کرام مشہور و معروف ہو گئے۔ کچھ مشہور قراء کرام کے نام یہ ہیں :

مکہ مکرمہ کے قراء کرام: عبید بن عمیرات، مجاہد بن جبر، طاؤس بن کیسان، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن ابی ملیکہ اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمت اللہ علیہم۔

مدینہ منورہ کے قراء کرام: معاذ بن حارث (معاذ القاری)، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، عطاء بن یسار، مسلم بن جندب، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج، محمد بن مسلم بن شہاب زہری اور زید بن اسلم رحمت اللہ علیہم۔

کوفہ کے قراء کرام: عمر بن شرجیل، علقمہ بن قیس، مسروق بن اجدع، عبید بن عمرو السلمانی، ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی، اسود بن

یزید نخعی، عمرو بن میمون، عبید بن نضلہ، زر بن حبیش، ربیع بن خیثم، سعید بن جبیر، ابراہیم بن یزید نخعی، عامر بن شراحیل شعبی، حارث بن قیس جعفی اور ابوزرعہ بن عمرو بن جریر رحمت اللہ علیہم۔

بصرہ کے قراء کرام: عامر بن قیس، ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی، یحییٰ یعمر العدوانی، نضر بن عاصم اللیثی، ابورجاء عطاردی، حسن بصری، محمد بن سیرین، قتادہ بن دعامہ، معاذ بن معاذ عنبری اور جابر بن زید ازدی رحمت اللہ علیہم۔

شام کے قراء کرام: مغیرہ بن ابوشہاب مخزومی، خلیفہ بن سعد اور صاحب ابی الدرداء رحمت اللہ علیہم اجمعین۔[45]

10۔ قراءات قرآنیہ میں فنی مہارت

حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مذکورہ قراء کرام نے قراءات قرآنیہ کا علم سیکھا۔ اس وقت اس علم میں لوگوں نے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ لوگوں کا ایک بڑا ہجوم اس علم کے حصول کے لیے قراء کرام کی درسی مجالس کا رخ کرنے لگا۔ لوگوں نے اپنی زندگیوں کی دوسری مصروفیات کو چھوڑ کر قراءات قرآنیہ سیکھنے اور سکھانے میں خود کو مصروف کر دیا۔ لوگوں نے علم القراءات میں جانفشانی کی۔ کچھ اپنی محنت شاقہ کے نتیجے میں اس فن کے امام تسلیم کئے گئے۔ لوگ دور دور سے ان کے پاس اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے علم القراءات کے شاگردوں کے پاس حاضر ہونے لگے۔ اس وقت قراءات قرآنیہ میں جن لوگوں نے شہرت حاصل کی اور اس فن کے امام مانے گئے ان میں، **مدینہ منورہ** میں ابوجعفر یزید بن قعقاع، شعبہ بن نصاح اور نافع بن ابی نعیم، **مکہ مکرمہ** میں عبداللہ بن کثیر، حمید بن قیس الاعرج اور محمد بن محیض، **شام** میں عبداللہ بن عامر، عطیہ بن قیس الکلابی، اسماعیل بن عبداللہ بن مہاجر، یحییٰ بن حارث ذماری اور شریح بن یزید الحضرمی، **کوفہ** میں یحییٰ بن وثاب، عاصم بن ابی النجود، سلیمان الاعمش، حمزہ اور کسائی، **بصرہ** میں عبداللہ بن ابو اسحاق، عیسی بن عمر، ابوعمرو بن العلاء، عاصم الجحدری اور یعقوب رحمت اللہ علیہم زیادہ مشہور و معروف ہوئے۔

11۔ قرات قرآنیہ کی تدوین وتالیف

قراءات قرآنیہ کے میدان میں جب قراء کرام نے پڑھنے پڑھانے کو اپنا مشغلہ بنایا تو اس کے ساتھ انہوں نے تالیفات کے میدان میں بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ سب سے پہلے قراءات قرآنیہ کے موضوع پر کس نے رقم طرازی کی اور کتاب لکھی؟ اس سوال کے جواب میں مؤرخین اور سابق علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ابو حاتم سجستانیؒ کو پہلا مؤلف مانتے ہیں۔ ان میں علامہ ابن الجزریؒ بھی شامل ہیں۔ بعض نے ابان بن تغلب کوفیؒ کو پہلا مؤلف مانا ہے، مگر اکثر کے نزدیک اس فن کا پہلا مؤلف ابو عبید القاسم بن سلامؒ ہیں۔ قراءات قرآنیہ کے مصنف ڈاکٹر عبدالہادی الفضلی کی تحقیق کے مطابق مؤلف اول یحییٰ بن یعمرؒ ہیں۔ جن کی وفات سن 90 ہجری میں ہوئی ہے۔[46] ان اولین مؤلفین کے بعد قراء کرام نے اس فن پر تصنیفات لکھنی شروع کیں۔ اس فن پر بہت ساری کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس فن کو باقاعدہ پڑھا، پڑھایا، سکھا، سکھایا اور لکھا جانے لگا۔ اس فن کی تشریح و تخریج ہونے لگی۔

12۔ قراءات سبعہ

قراءات قرآنیہ پر درس وتدریس کے ساتھ جب تصانیف کا کام ہونے لگا تو حضرت ابو بکر احمد بن موسیٰ بن عباس بن مجاہد تمیمی بغدادی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے ایک کتاب مرتب کی۔ انہوں نے "کتاب قراءات سبعہ" میں سات قراء توں کو جمع کیا۔ اس وقت "قراءات سبعہ" سات قراء تیں کی اصطلاح وجود میں آئی اور مشہور ہوگئی۔ مختلف شہروں میں قرات قرآنیہ کے ماہرین کی بڑی جماعتیں وجود میں آئیں۔ جس کی وجہ سے راویوں کے اختلافات کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی۔ اہل علم لوگوں نے دور اندیشی سے کام لیا اور قرآن مجید کے مطابق صرف ان قراءات پر اعتماد اور انتخاب کرنے کا ارادہ کیا جن کا حفظ اور ضبط کرنا آسان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جو قراء کرام زیادہ عادل ہوں، زیادہ ثقہ ہوں، جن کی ایمانداری، دیانت داری اور امانت مشہور ہو چکی ہو، ان کی عمر بھی زیادہ گزر چکی ہو، ان کی تعلیم بھی مسلم ہو، ان کی قراءت بھی مصحف کے موافق ہو، ان کی قراءت کو اخذ کیا گیا ہو، ان سے قراءت کی تعلیم حاصل کرنے والے کافی ہوں وغیرہ جیسی اعلیٰ صفات کو مد نظر رکھ کر قراء کرام میں سے جن شہروں میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ نے قرآن مجید کے نسخے بھیجے تھے کو اور ان کی قراءات کو منتخب کر لیا گیا۔

حضرت فضل بن حسن طبرسی اپنی کتاب مجمع البیان میں ان سبعہ قراء کرام کی قراءات اور ان کی اقتدا پر اہل علم کا اکتفا کرنے کے دو سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پہلا سبب: یہ کہ قراء کرام میں سے یہ سات حضرت ایسے تھے جنہوں نے اپنی زندگیوں کو قراءات قرآنیہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا اوڑھنا بچھونا اس فن کی خدمت کرنا ہی بن چکا تھا۔ ان سے پہلے بھی کچھ قراء کرام موجود تھے۔ انہوں نے اس فن کے سیکھنے اور سکھانے میں اتنی محنت شاقہ اور شدت اختیار کی کہ قراءات کو ان ہی کی طرف منسوب کیا جانے لگا۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان سے پہلے بھی دوسرے قراء کرام موجود تھے، بلکہ ان میں سے کچھ قراء کرام ایسے بھی تھے جن کی قراءات کو شاذ قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان حضرات نے ائمہ سبعہ جیسی محنت نہیں کی تھی بلکہ وہ دوسرے دینی علوم جیسے فقہ وحدیث وغیرہ میں زیادہ مشہور تھے۔

دوسرہ سبب: ان ائمہ کی قراءات کا ہر ایک حرف لفظاً و سماعاً قرآن کی ابتداء سے لے کر آخر تک مستند تھا اور اس کے ساتھ وہ ائمہ کرام علم و فضل میں بھی معروف تھے۔ [47]

یہ وہ سات قراء کرام ہیں جو اس سے علمی اور فنی میدان میں آئے تو تابعین کرام کے بعد ہیں مگر اس فن کی ماہرین جماعتوں اور ان کے شہروں کے اہل علم لوگوں نے ان سات قراء کرام کی ہی قراءات پر اجماع کر لیا۔

13۔ قراءات قرآنیہ کی علمی تقسیم

جب اہل علم حضرات نے ان سات قراء کرام کی قراءات کو لیا تو بعد میں اس فن کی قراءات سبعہ اور شاذ قراءات میں تقسیم ہوئی۔ اس کے ساتھ اس فن میں لغوی، صرفی اور نحوی تحقیقات شروع ہوئیں۔

14۔ تصانیف اور تشریحات

اس فن پر جب لغوی اور فنی بحثیں شروع ہوئیں تو اس فن پر مستقل بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور ان میں سے مشہور اور معروف کتب کی تفاسیر لکھی گئیں۔

15۔ قراءات سبعہ سے (انزل القرآن علیٰ سبعة احرف) مراد ہے کے وہم کو ختم کرنے کی سعی

حضرت امام ابن مجاہدؒ نے جو سات قراءات جمع کی تھیں۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہو گیا تھا کہ ان قراءات سبعہ کا مطلب ہے۔ ''فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ''۔[48]

ترجمہ: ''یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے پس تم کو جس طرح آسانی معلوم ہو پڑھو''۔

ان سات حروف کا مطلب سات قراءات ہی ہیں۔ اس وہم کو ختم کرنے کے لئے اہل علم نے قراءات کو ایک ایک، تین تین، چھ چھ، آٹھ آٹھ اور دس دس قراءات کو جمع کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں لوگوں کے اندر پائے جانے والے اس وہم کو ختم کرنے کی سعی کی۔[49]

ان حضرات نے اپنی کتب میں یہ ثابت کیا ہے کہ احرف سبعہ سے قراءات سبعہ مراد نہیں ہے بلکہ ان سات قراءات کے علاوہ اور بھی قراءات صحیح اور متواتر موجود ہیں۔

16۔ صحیح اور غیر صحیح قراءات کے قواعد و ضوابط

اہل علم حضرات نے صحیح قراءات اور غیر صحیح قراءات جو روایات یا غیر متواتر روایات سے ثابت ہیں کو الگ کرنے کے لئے وضع کردہ قوانین اور ضوابط میں کچھ تبدیلیاں کیں۔

سات قراء کرام

مکہ مکرمہ میں: امام عبداللہ بن کثیر داری مکیؒ۔

مدینہ منورہ میں: امام نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیمؒ۔

عراق میں: امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائیؒ۔

کوفہ میں: امام حمزہ بن حبیب الزیات اور امام عاصم بن ابی النجود اسدیؒ۔

شام میں: عبداللہ بن عامر یحصبیؒ۔

بصرہ میں: ابو عمرو بن علاءؒ۔ رحمت اللہ علیہم

ان ساتوں قراء کرام نے لمبے عرصے تک قراءات پڑھائی۔ قراء سبعہ نے اپنی ساری عمریں قرآن مجید کی خدمت کے لئے وقف کر کے خود کو اہل القرآن میں شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس وجہ سے ان کی روایتیں ان ہی کی ناموں سے موسوم ہو کر معروف ہوئیں۔[50] ان کے پاس

دور دور سے لوگ پڑھنے کے لیے آتے تھے اور ان کی امامت مشہور تھی۔[51] ان سات قراء کرام کی قراءات بہت زیادہ مشہور ہوئیں اور بہت سے اہل علم نے ان ہی کی روایات کی اقتدا کی، مگر اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ان سات قراء کرام کے علاوہ کی قراءات جائز نہیں بلکہ ان کے علاوہ تین قراء کرام اور بھی ایسے ہیں جن کی قرات کو صحیح، مستند اور متواتر ہی سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی قابل اعتماد قرءات ہیں۔ ان میں سے ابو جعفر یزید بن القعقاع، یعقوب بن اسحاق الحضرمی اور خلف بن ہشام شامل ہیں۔ ان سبعہ قراء کرام کی قراءات کے ساتھ یہ تین بھی شامل کر کے ان کو قراء عشرہ اور قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔ اہل فن اور اہل علم کے ہاں قراء سبعہ کا درجہ ان تین قراء کرام سے زیادہ ہے۔ اس وجہ سے قراءت سبعہ اور قراءات ثلاثہ، قراء سبعہ اور قراء ثلاثہ، ائمہ قراءات سبعہ اور ائمہ قراءت ثلاثہ کی اصطلاحات بھی معروف ہیں۔ ان دس قراءات کے علاوہ دوسری قراءات بھی موجود ہیں جو دوسرے قراء کرام سے مروی ہیں۔ ان کو شاذ قراءات کہا جاتا ہے۔

قراء کرام کے طبقات

قراء کرام کو اہل علم حضرات نے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ قراء کرام کا پہلا طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ انہوں نے قرآن مجید رسول اللہ ﷺ سے پڑھا اور سیکھا۔

2۔ قراء کرام کا دوسرا طبقہ اصحاب صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ شاگرد جنھوں نے ان سے قرآن مجید اور اس کی قراءات کا علم حاصل کیا۔ یعنی تابعین حضرات۔

3۔ قراء کرام کا تیسرا طبقہ تابعین سے قرآن مجید اور اس کی تلاوت وقراءات کا علم سیکھا یعنی تبع تابعین کرامؒ۔ ائمہ قراءات سبعہؒ کا تعلق اسی طبقہ سے ہے۔

4۔ قراء کرام کا یہ طبقہ تبع تابعین جن میں قراء سبعہ بھی شامل ہیں قرآن مجید اور قراءت کا علم سیکھا ہے۔

5۔ اس طبقہ میں قراء کرام کا وہ طبقہ شامل ہے جو اہل بحث تھے۔ جو علم القراءات میں لغوی اور فنی بحثیں کرتے ہیں اور اس سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

نتائج بحث

علم القراءات قرآن مجید کو عربی زبان کے مختلف لہجات میں پڑھنے کا علم ہے۔ اس علم کو قرآن مجید کے کلمات کو مختلف طرق اور لہجات سے پڑھنے کی وجہ سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس علم کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی وحی کی طرح وحی ہی کے ذریعے رکھی گئی۔ قرآن اللہ تعالی کا کلام ہے اور منزل من السماء ہے اسی طرح علم قراءات بھی منزل من السماء علم ہے۔ حضور ﷺ نے قرآن مجید اور اس کی قراءات کو حفظ اور ضبط کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایسا منظم اور قوی نظام قائم کیا تھا کہ قرآن مجید کے کسی کلمہ، حرف یا قراءت کے ضایع ہونے کا تصور بھی ناممکن ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی مربوط نظام جاری وساری رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان کے بعد والے مسلمانوں کی اتنی بڑی اہل علم وفن جماعتوں سے کسی حرف کو بدلے یا ضایع کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس

علم کی تاریخ قرآن مجید کے نزول سے ہی شروع ہوتی ہے۔اس علم میں اختلافات اس علم اور عربی زبان کی وسعت کو ظاہر کرتے ہیں۔ علم قراءات کے اختلاف ایسے ہر گز نہیں ہیں جن کی وجہ سے قرآن مجید کا معنیٰ یا مفہوم ہی بدل جائے۔ یہ علم بھی احادیث اور قرآن مجید کی طرح صحیح، متواتر اور مستند اسناد سے منقول ہوتا رہا ہے۔اس علم کے منتقل کرنے بھی قرآن مجید اور علم الحدیث ہی کی طرح احتیاط برتی گئی ہے۔اس علم کو بھی باقائدہ اساتذہ کرام اور اسناد کے اہتمام کے ساتھ پڑھا اور پڑھایا جاتا رہا ہے۔ علم قراءات مصحف عثمانی کی رسم الخط کے مطابق ہے۔ اس مصحف کے غیر موافق بھی ہر گز نہیں۔ یہ بھی قرآن مجید کا شان ہے کہ اس کو لاتعداد انسانوں نے اپنے سینوں میں محفوظ کر کے دوسری نسل تک منتقل کیا ہے۔ صحابہ کرام رضہ نے قرآن مجید اور قراءات کی ہر ایک روایت کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کر کے آنے والی نسلوں کو منتقل کیا۔اسلام کے بنیادی علوم کا یہ خاصہ رہا ہے کہ وہ بے شمار انسانی سینوں سے سینہ بسینہ بھی منتقل ہوئے ہیں اور ان کو نقل کرنے والے اور تحریر کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ رہی ہے۔ مسلمانوں کی اس جان فشانی والی محنت اور تسلسل کو تاریخ انسانی رشک کی نظروں سے دیکھتی ہے۔

سفارشات

1۔قراء کرام کو چاہیئے کہ وہ علم قراءات کے متعلف مختلف زبانوں میں کتابیں لکھیں،تاکہ یہ علم اور زیادہ آسانی سے سمجھا اور پڑھا جائے۔

2۔ محققین حضرات علم القراءات کو اپنا موضوع بنا کر اس کی تاریخ،اس کی اہمیت،اس کے متعلق مستشرقین کی طرف سے پیدا کردہ اوہام اور ان کے جوابات کو اپنا موضوع بنا کر تحقیقی مضامین لکھیں۔ مستشرقین کے مذموم مقاصد مین ایک یہ بھی شامل ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں مین اس علم کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کو اس علم سے متنفر بنائیں اور اس علم کی حقارت ان کے دلوں میں پیدا ہونے لگے۔اس لئے اہل قلم حضرات اس علم کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر تحقیق کر کے اس علم کی اہمیت اور حقیقت کو واضع کریں۔

3۔ علم قراءات پر علمی ادارے جیسے کالج اور یونیورسٹی اور دینی علوم کو فروغ دینے کے لئے کوشاں محکمے وغیرہ متخلف اوقات میں مختلف شہروں میں لیکچر پروگرام یا سیمینار منعقد کئے جائیں،ان پروگراموں میں اس علم کے ماہریں کو درس دینے کے لئے مدعو کیا جائے۔ایسے پروگراموں میں عصری اور دینی طلباء کے ساتھ عوام کو بھی شریک ہونے کی اجازت دی جائے تاکہ اس علم کی اشاعت ہو،اس علم کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں جو خدشات یا شکوک پیدا ہو چکے ہیں کو سوال وجواب کے ذریعے رہنمائی مل سکے۔

4۔علماء کرام اور مقررین حضرات کو چاہیئے کہ وہ اپنے واعظ ونصیحت میں علم قراءات کو بھی شامل کریں۔ عوام کو اس علم کی حقانیت سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں۔

حوالاجات

---

1 ۔ محمد اسلم صدیق،قراءاتِ شاذہ شرعی حجیت اور تفسیر وفقہ پر اثرات،ص4،طبع 1،لاہور،شیخ زاید اسلامک سنٹر 2006۔

2 ۔ابن الجزری،شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد،،منجد المقرئین،ص49،بیروت،دار الکتب العلمیۃ1400ھ/1980ء۔

3 ۔اعظمی، مولانا قاری ابوالحسن، علم القراءات اور قراء سبعہ، ص26،لاہور،ادارہ اسلامیات انار کلی 1989ء۔
4 ۔السندی، ابو طاہر عبدالقیوم بن عبدالغفور، صفحات فی علوم القراءات، ص18، ریاض، المکتبۃ الامدادیۃ 1423ھ۔
5 ۔الذہبی، ابو عبداللہ شمس الدین، معرفۃ القراء کبار علی الطبقات والامصار، 307:1، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ 1984ء۔
6 ۔طہ حسین، فی الادب الجاہلی، ص95،96، قاہرہ، دار المعارف 1958ء۔
7 ۔الفضلی، عبدالہادی، ڈاکٹر، قراءات قرآنیہ تعارف و تاریخ، مترجم قاری محمد مصطفیٰ راسخ، ص27۔لاہور، کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ
8 ۔الزرکشی، محمد بن عبداللہ، البرہان 318:1، طبع 1، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، قاہرہ، داراحیاء الکتب العربیۃ 1376ھ/1957ء۔
9 ۔قراءات قرآنیہ تعارف و تاریخ، ص66۔
10 ۔القسطلانی، شہاب الدین، لطائف الاشارات لفنون القراءات 171:1، تحقیق و تعلیق الشیخ عامر السید عثمان والدکتور عبدالصبور شاہین، قاہرہ، 1392ھ/1972ء۔
11 ۔الدمیاطی، احمد بن محمد، اتحاد فضلاء البشر فی القراءات الاربع عشر، ص17،18، قاہرہ، عبدالحمید احمد حنفی 1345ھ۔
12 ۔القرآن 3:1۔
13 ۔ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر 14:1۔
14 ۔السیوطی، امام جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن 1، 77، قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ 1370ھ/1951ء۔
15 ۔ایضًا، 77:1۔
16 ۔القرآن 13:26۔
17 ۔القرآن 78:11۔
18 ۔القرآن 37:3۔
19 ۔القرآن 259:2۔
20 ۔القرآن 5:101۔
21 ۔القرآن 69:7۔
22 ۔القرآن 29:56۔
23 ۔القرآن 19:50۔
24 ۔القرآن 112:16۔
25 ۔القرآن 26:31۔
26 ۔القرآن 35:36۔
27 ۔ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر 26:1،27۔
28 ۔ابن قتیبۃ، ابو محمد، عبداللہ بن مسلم، مشکل القرآن، ص30، طبع 2، قاہرہ 1973ء۔
29 ۔الزنجانی، ابو عبداللہ، تاریخ القرآن، ص92، طبع 3، بیروت، مؤسسۃ العلمی 1388ھ/1969ء۔

30 ۔الدمشقی،ابوشامۃ عبدالرحمٰن بن اسماعیل،ابرازالمعانی من حرزالامانی،ص487، قاہرہ، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ1349ھ۔
31 ۔طہٰ حسین،فی الادب الجاہلی،ص95۔
32 ۔حافظ رشید احمد تھانوی،قراءات قرآنیہ سے استدلال کے مناہج(برصغیر کی تفاسیر کا تجزیاتی جائزہ)(مقالہ برائے پی ایچ ڈی)،ص23،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد2013ء۔
33 ۔القرآن1:96، 2، 3، 4، 5۔
34 ۔القرآن106:17۔
35 ۔القرآن16:75۔
36 ۔القرآن17:75، 18، 19۔
37 ۔ابن الجزری، شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد،غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء،2:299، قاہرہ،مکتبۃ الخانجی1351ھ/1932ء۔
38 ۔احمد امین،فجر الاسلام،ص142،طبع6، قاہرہ،لجنۃ التالیف والنشر1370ھ/1990ء
39 ۔تاریخ الاسلام للزنجانی،35
40 ۔بخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،امام، صحیح بخاری،باب اللہ تعالی کے ارشاد وتخذوا براہیم کی تفسیر،رقم4481۔
41 ۔یوسف خلیف،الدکتور،حیاۃ الشعر فی الکوفۃ الی نہایۃ القرآن الثانی للھجرت،ص245، قاہرہ،دارالکتاب العربی للطباعۃ والنشر1388ھ/1968ء۔
42 ۔ایضًا ص244۔
43 ۔قراءات قرآنیہ: تعارف وتاریخ،ص23۔
44 ۔الزرقانی،محمد عبدالعظیم،مناہل العرفان فی علوم القرآن،1:406،طبع3، قاہرہ،داراحیاء الکتب العربیۃ1372ھ۔
45 ۔الفضلی،قراءات قرآنیہ: تعارف وتاریخ،ص27، 28۔
46 ۔ایضًا30۔
47 ۔الطبراسی،الفضل بن الحسن،مجمع البیان،1:25،طبع2،بیروت،دارمکتبۃ الحیاۃ1380ھ/1961ء۔
48 ۔بخاری، صحیح بخاری،باب قرآن مجید سات قراءتوں سے نازل ہوا ہے،رقم4992۔
49 ۔ابن الجزری، شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد،النشر فی القراءات العشر،1:43،(تحقیق: علی محمد الضباع)،بیروت،دارالکتب العلمیۃ
50 ۔اعظمی،ابوالحسن، قاری،مولانا،علم قراءات اور قراء سبعہ،ص18۔
51 ۔القیسی،مکی بن ابی طالب حموش،الابانۃ فی معانی القراءات،ص47، 48، تحقیق ڈاکٹر عبدالفتاح اسماعیل شلبی، قاہرہ،الرسالۃ۔

References

1. Muhammad Aslam Siddiq, Irregular Sharia Readings, Hajjat or Tafsir and Jurisprudence in Atharat, p. 4, 1st edition, Lahore, Sheikh Zayed Islam Centre, 2006.
2. Ibn al-Jazari, Shams al-Din Abu al-Khair Muhammad bin Muhammad, Munjid al-Muqri'in, p. 49, Beirut, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah 1400/1980.
3. Azami, Maulana Qari Abul Hassan, Ilm al-Qira'at Ur Qara'a Sabi'ah, p. 26, Lahore, Anar Kulli Islamic Department, 1989.
4. Al-Sindi, Abu Tahir Abdul Qayyum bin Abdul Ghafour, Pages in the Sciences of Recitations, p. 18, Riyadh, Al-Maktabah Al-Imdadiyya 1423.

5. Al-Dhahabi, Abu Abdullah Shams Al-Din, Knowledge of the Great Readers of Classes and Egypts, 1: 307, Beirut, Al-Risala Foundation 1984 A.D.
6. Taha Hussein, in pre-Islamic literature, pp. 95, 96, Cairo, Dar Al-Maaref 1958 A.
7. Al-Fadhli, Abdul Hadi, October, Qur'anic Readings, Introduction and History, Qari Translator Muhammad Mustafa Rasekh, p. 27, Lahore, College of the Holy Qur'an and Islamic Education.
8. Al-Zarkashi, Muhammad bin Abdullah, Al-Burhan 1: 318, 1st edition, edited by Muhammad Abu Al-Fadl Ibrahim, Cairo, Dar Revival of Arabic Books 1376/1957 A.H.
9. Quranic readings, introduction and history, p. 66.
10. Al-Qastalani, Shihab Al-Din, Lataif Al-Isharat li-Funun Al-Qira'at 1: 171, verified and commented by Sheikh Amer Al-Sayyid Othman and Dr. Abdel-Sabour Shaheen, Cairo, 1392/1972.
11. Al-Damiati, Ahmed bin Muhammad, Union of Virtuous Human Beings in the Fourteen Recitations, pp. 17, 18, Qahira, Abdul Hamid Ahmed Hanafi, 1345.
12. Qur'an 1: 3
13. Ibn al-Jazari, An-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr 1: 14.
14. Al-Suyuti, Imam Jalal al-Din Abd al-Rahman Abi Bakr, al-Itqan fi Ulum al-Qur'an 1, 77, Qahira, Mustafa al-Albani al-Halabi and his Sons 1370/1951 AH.
15. Ibid, 1: 77.
16. Qur'an 26:13.
17. Qur'an 11: 78.
18. Qur'an 3:37.
19. Qur'an 2: 259.
20. Qur'an 101:5.
21. Qur'an 7:69.
22. Qur'an 56:29.
23. Qur'an 50:19.
24. Qur'an 16: 112.
25. Qur'an 31:26.
26. Qur'an 36:35.
27. Ibn al-Jazari, An-Nashr fi al-Qira'at al-'Ashr 1: 26, 27.
28. Ibn Qutaybah, Abu Muhammad, Abdullah bin Muslim, The Problem of the Qur'an, p. 30, 2nd edition, Cairo 1973 A.H.
29. Al-Ranjani, Abu Abdullah, History of the Qur'an, p. 92, 3rd edition, Beirut, Al-Ilmi Foundation 1388/1969 A.H.
30. Al-Dimashqi, Abu Shamah Abdul Rahman bin Ismail, highlighting the meanings of the fulfillment of wishes, p. 487, Qahira, Mustafa Al-Albani Al-Halabi and his sons, 1349.
31. Taha Hussein, in pre-Islamic literature, p. 95.
32. Hafiz Rashid Ahmad Tanvi, Qur'anic Readings, Reasoning and Manajj (Small Interpretations and Permissible Parts) (Article Bara'a پی ایچ ڈی), p. 23, Allama Iqbal, op. University, Islamabad 2013.
33. Qur'an 96: 1, 2, 3, 4, 5
34. Qur'an 17: 106.
35. Qur'an 75:16.
36. Qur'an 75: 17, 18, 19.
37. Ibn al-Jazari, Shams al-Din Abu al-Khair Muhammad ibn Muhammad, Ghayya al-Nahayya fi Takat al-Reciters, 2: 299, Cairo, Maktab al-Khanji 1351/1932 AH.
38. Ahmed Amin, Fajr al-Islam, p. 142, 6th edition, Cairo, Authorship and Publishing Committee 1370/1990.
39. History of Islam by Zanjani, 35
40. Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Imam, Sahih Bukhari, chapter "God Almighty

guides you and take Abraham as an interpretation," No. 4481.
41. Yusuf Khalif, Doctor, The Life of Poetry in Kufa to the End of the Second Qur'an of the Hijrat, p. 245, Cairo, Dar Al-Kitab Al-Arabi for Printing and Publishing 1388/1968-
42. Ibid, p. 244.
43. Quranic readings: introduction and history, p. 23.
44. Al-Zarqani, Muhammad Abd al-Azim, Manahil al-Irfan fi Ulum al-Qur'an, 1: 406, 3rd edition, Cairo, Dar Ihya al-Kutub al-Arabiyya, 1372.
45. Al-Fadhli, Qur'anic Readings: Introduction and History, pp. 27, 28.
46. Ibid, 30.
47. Al-Tabrasi, Al-Fadl bin Al-Hasan, Majma' Al-Bayan, 1: 25, 2nd edition, Beirut, Dar Maktab Al-Hayat 1380/1961 AH.
48. Bukhari, Sahih Bukhari, Chapter on the Glorious Qur'an, No. 4992.
49. Ibn Al-Jazari, Shams Al-Din Abu Al-Khair Muhammad bin Muhammad, Al-Nashr fi Al-Qira'at Al-Ashr, 1: 43, (verified by: Ali Muhammad Al-Dabaa), Beirut, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah
50. Azami, Abu Al-Hasan, Qari, Mawlana, Ilm Qira'at Ur Qara'at Saba'ah, p. 18.
51. Al-Qaisi, Makki bin Abi Talib Hamoush, Al-Abana fi Ma'ani al-Qira'at, pp. 47, 48, edited by Dr. Abdel Fattah Ismail Shalabi, Qahira, Al-Risala.